نقشِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے صدر محترم محمد ایوب خان نے غیر ملکی دورے سے واپسی پر ایک سپاسنامہ کے جواب میں مسلم لیگی کارکنوں پر زور دیا کہ وہ خود کو اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد کیلئے وقف کر دیں، انہوں نے کہا کہ اسلامی معاشرے میں ذاتی شہرت اور مفاد کے بہت کم مواقع ہوتے ہیں۔ اسلام نے اجتماعی حقوق پر پوری توجہ دی ہے اور ذاتی حقوق کو ملت کے حقوق کا تابع بنا دیا ہے ـــــــ

اگر ہمارے صدر محترم اس ملک اور معاشرہ کے اسلامی خطوط پر تشکیل و تعمیر کے خواہشمند ہیں تو اس سے بڑھ کر خوشی اور سعادت کی بات کیا ہو گی ۔؟ لیکن کسی معاشرہ کی تشکیل میں خواہش اور قول سے زیادہ حصہ "عمل" کا ہوتا ہے۔ انسان کا عمل و کردار اور شخصی زندگی اس کے جذبات اور حقیقی خیالات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اگر ہمارا قول ہمارے عمل سے ہم آہنگ ہے تو وہ لوگوں کی زندگی پر اثر انداز ہو گا اور اگر عمل باتوں سے جوڑ نہ کھائے، اور ہمارے طرزِ عمل کا ہمارے خیالات اور مقاصد سے تضاد ہو تو یہ ایک ایسی خواہش کا اظہار ہو گا جس کی تردید خود ہمارے عمل سے ہوتی ہے۔ اس صورت میں ہم اوروں کو اسے اپنانے کی تلقین یا اسکی امید ہرگز نہیں رکھ سکتے، اس وقت جبکہ ہمارے معزز صدر نے اپنے بیان میں "اسلامی معاشرہ" کی وضاحت اور تشریح نہیں کی تو ان کے عمل اور مصروفیتوں کو "اسلامی معاشرے" کا معیار اور تفسیر سمجھا جائے گا کہ اس صورت میں بہترین تفسیر ان کا عمل ہی ہو سکتا ہے ـــــ لیکن اگر اسلامی معاشرہ کے قیام کی تلقین کے دوسرے تیسرے ہی روز قوم اپنے قائد اور رہنما کو اس حال میں دیکھے کہ وہ دیگر زعماء کے جلو میں جشنِ خیبر کے اسٹیڈیم میں ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ تک پی آئی اے کے "شاندار" ثقافتی شو سے محظوظ ہو رہے ہوں، ملک کے ممتاز فنکاروں اور رقاصاؤں کا ناچ دیکھ رہے ہوں۔ پھر اس "عمل" کی تشہیر ریڈیو اور اخبارات سے کی جائے، ناچ گانوں کی ان محافل کے نمایاں فوٹو اخبارات میں شائع ہونے لگیں، اہل طاؤس و رباب پر داد و دہش کا یہ عالم ہو کہ ایک ہی غزل گانے پر ملکی یا غیر ملکی مغنیات کو نمایاں کارکردگی کے تمغے دئیے جانے لگیں ـــــ رعیت، اسمبلیوں میں شراب جیسی ام الخبائث چیز کی ساٹ گنا ترقیات پر مشتمل اس قسم کی رپورٹیں پڑھنے لگے کہ "حکومت نے صوبہ کے ان علاقوں میں جہاں شراب پر پابندی ہے، سات ہزار پانچ سو اکیاون پرمٹ ہولڈروں کو تین لاکھ چار ہزار سات سو پندرہ یونٹ شراب کی منظوری دی تھی مگر لوگوں نے حکومت کی اس "فیاضی" سے بھرپور فائدہ اٹھا کر

اس سے سات گنا زائد شراب لنڈھاتی چہرہ جب محکمۂ ایکسائز اور ٹیکسیشن کے فراہم کردہ ان محتاط اعداد کے بعد اسمبلی میں یہ بھی سنتی ہے کہ ایک اسلامی حکومت نے اس سال صرف لاہور کیلئے ۲۹۵۴ اور حیدرآباد کے لئے ۴۰۷ افراد کو شراب کے پرمٹ جاری کئے۔ تو لازماً یہی سمجھا جائے گا کہ "اسلامی معاشرہ" کی عملی تعبیر و تفسیر یہی ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر اسلامی معاشرہ کی حقیقی تصویر ذہنوں سے اوجھل رہ جائے گی اور اسکی مبہم تلقین کا کوئی فائدہ نہ رہے گا۔ دراصل ایک معاشرہ کی تشکیل میں حکمرانوں کا مقام ریڑھ کی ہڈی جیسا ہوتا ہے۔ اور ان کے اعمال و افعال ہی پوری قوم کے لئے آئیڈیل اور معیار بنتے ہیں حکمران اپنی قوم کا اسوہ اور نمونہ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے کسی قوم کی قیادت اور امامت ایک عظیم منصب اور بہت بڑی عزت ہے۔ مگر اس سے بڑھکر یہ خود ایک امانت اور اسکی طرف سے عائد شدہ نازک ترین ذمہ داری بھی ہے۔ خدائے علیم و بصیر کی نگاہ احتساب ہر لحظہ اس منصب پر لگی رہتی ہے اور اسکی بارگاہ میں سب سے بڑھ کر جوابدہ بھی اُسے ہی بننا پڑتا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ نے ایک بار ہارون الرشید سے مصافحہ کرتے ہوئے ان کے ہاتھ کو تھام کر ارشاد فرمایا تھا "یہ ہاتھ کتنے نرم و نازک ہیں اگر دوزخ کی آگ سے بچ جائیں تو خوب رہے۔" ___ کہنے والے فضیلؒ تھے اور سننے والے ہارون، وہ فضیلؒ کے اس ارشاد سے کانپ اٹھے، خدائے ذوالجلال کی عظمت و سطوت کے تصور سے تھرا گئے ان کی آنکھوں سے جھڑی لگ گئی اور بجائے ڈانٹ ڈپٹ کے کچھ اور نصیحت فرمانے کی خواہش ظاہر کی۔ گو اب نہ تو فضیل ہیں نہ ہارون لیکن اگر آج بھی کہنے والے فضیل بن عیاض اور سننے والے ہارون رشید کا طرز عمل اختیار کرلیں تو ساری مشکلیں حل ہو سکتی ہیں۔ اور فضیل کی یہ سوز سے میں کہا جا سکتا ہے کہ "اے صدر محترم یہ مقام و منصب بہت شان بان والا ہے اگر خدا کی ناراضگی کا ذریعہ نہ بنے تو خوب رہے۔"

بقول صدر والاتبار "اسلام نے اجتماعی حقوق پر پوری توجہ دی ہے۔" تو ان حقوق ہی کا تقاضا ہے کہ اہل حق کلمۂ حق کہنے سے نہ جھجکیں اور ملک کی سب سے بڑی ذمہ دار شخصیت جذبۂ حق کوشی میں نصیحت کا تلخ سے تلخ کلمہ سننے کیلئے نہ صرف مستعد بلکہ بے تاب ہو۔ صدر محترم نے "اسلامی معاشرہ" کا نام لیکر اپنے آپ کو سخت ترین آزمائش میں ڈالدیا ہے، یہ آزمائش، دو دھاری تلوار ہے۔ ایک طرف رعایا کی نظریں ان پر لگی ہیں کہ وہ "اسلامی معاشرہ" کی کونسی تصویر ان کے سامنے رکھتے ہیں، جسے قوم بھی اپنائے اور دوسری طرف خدائے ذوالجلال ان کا محاسبہ کر رہا ہے کہ وہ اپنی نصیحت اور خواہش کو اپنے عمل سے شرمندۂ تعبیر بناتے ہیں یا پھر ارشاد باری كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ کا مصداق بنتے ہیں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ وہ اس آزمائش میں پورے اتریں اور مذکورہ وعید کا مستحق